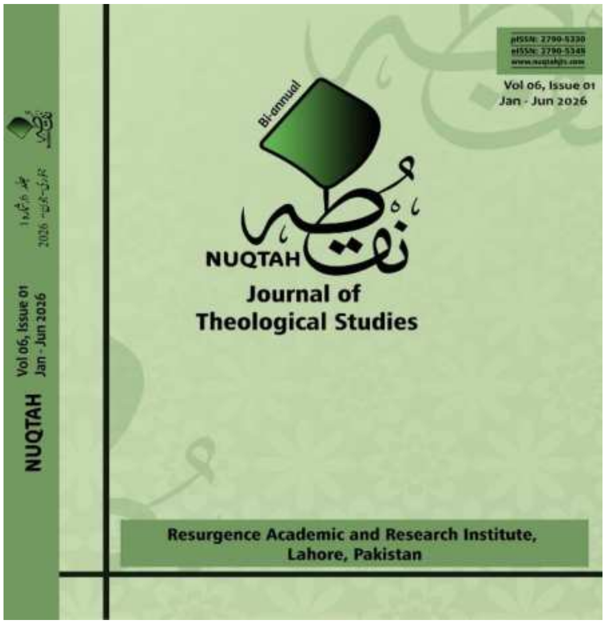


**Nuqtah** Journal of Theological Studies

**Editor: Dr Shumaila Majeed**

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

**Published by**

Resurgence Academic and Research

Institute Lahore (53720), Pakistan

**Email:** editor@nuqtahjts.com

# صفاتِ نبی ﷺ اور سیرت نگاری کا کلامی اسلوب: سید جعفر مرتضی عاملی کی "الصحیح من سیرت النبی الاعظم" کا انتقادی جائزہ

# Theological Discourse on the Attributes of the Prophet ﷺ and Sīrah Writing: A Critical Review of "*Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam*" by Syed Jafar Murtaza Aamili

**Muhammad Tahir Arshad**
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Email: tahirsb2015@gmail.com

**Dr. Humayun Abbas**
Dean, Faculty of Islamic and Oriental Learning, Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Email: drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Published online: 15 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

CC BY

# Abstract

This article examines the attributes of the Prophet Muhammad (ﷺ) within the framework of Sīrah literature, with particular focus on the theological (kalāmī) methodology employed in its interpretation and presentation. It offers a critical study of the works of Sayyid Ja'far Murtadā al-'Āmilī, especially his renowned contribution al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-A'ẓam, in which he seeks to reconstruct the Prophetic biography through a rigorous analytical and doctrinal lens.

The study explores how theological presuppositions influence the selection, authentication, and interpretation of Sīrah narrations, particularly in relation to the attributes and infallibility ('iṣmah) of the Prophet (ﷺ). It highlights the ways in which al-'Āmilī critiques earlier historical reports, reassesses their reliability, and presents an alternative reading shaped by specific theological commitments. The paper further evaluates the strengths and limitations of this approach, considering its impact on the broader discipline of Sīrah studies.

By employing a comparative and analytical method, the article aims to shed light on the intersection between theology and historiography in Islamic scholarship. It argues that while a kalāmī approach can contribute to a more coherent and doctrinally consistent understanding of the Prophet's (ﷺ) life and attributes, it may also raise questions regarding methodological objectivity and historical inclusivity.

The study ultimately seeks to contribute to contemporary discussions on Sīrah methodology by emphasizing the need for a balanced approach that integrates both critical historical analysis and sound theological principles.



### Keywords:

Prophet Muhammad, Attributes of the Prophet, Sīrah Literature, Kalāmī Methodology, Historiography, Sayyid Ja'far Murtadā al-'Āmilī


## تعارف

سیرتِ نبوی ﷺ اسلامی علوم میں ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے، جس کے ذریعے نہ صرف حیاتِ طیبہ کے واقعات سامنے آتے ہیں بلکہ صفاتِ رسول ﷺ کی صحیح تفہیم بھی حاصل ہوتی ہے۔ تاہم سیرت نگاری کا عمل محض تاریخی روایت تک محدود نہیں بلکہ اس میں مختلف فکری اور کلامی رجحانات بھی اثرانداز ہوتے رہے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی پہلو کا جائزہ لیتے ہوئے صفاتِ نبی ﷺ کی تعبیر و تشریح میں کلامی اسلوب کے کردار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بالخصوص سید جعفر مرتضیٰ عاملی کی معروف تصنیف الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم کو بطورِ کیس اسٹڈی پیش کرتے ہوئے یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ کس طرح روایاتِ سیرت کو تنقیدی نگاہ سے پرکھتے اور ایک مخصوص کلامی زاویے کے تحت ان کی نئی تعبیر پیش کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ نہ صرف سیرت نگاری کے منہج کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ اس امر کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ صفاتِ نبوی ﷺ کی تفہیم میں توازن، احتیاط اور علمی دیانت کس قدر ضروری ہے۔

### صفات نبی ﷺ

صفاتِ نبوت سے مراد وہ کمالات اور اوصافِ حمیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ انبیاء کو عطا فرماتا ہے تاکہ وہ منصبِ رسالت کے اہل ثابت ہوں۔ نبی اکرم ﷺ تمام کمالاتِ نبوت کا جامع مظہر ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس میں وہ تمام کے تمام فضائل جمع تھے جو انسانی کمال کی انتہا و معراج ہیں۔ صدق و امانت میں آپ ﷺ بے مثال تھے۔ عرب کے دشمن بھی آپ کو "الصادق، الأمین" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ حلم و عفو میں آپ ﷺ اس درجہ کامل تھے کہ دشمنوں کو بھی معاف فرما دیتے۔ رحمت آپ ﷺ کا نمایاں وصف تھا، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ[1]۔ آپ ﷺ کا اخلاق ایسا بلند تھا کہ خود ربِ کریم نے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ[2]۔

شجاعت، تواضع، عدل، حیا، سخاوت اور عبادت گزاری میں بھی آپ ﷺ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ﷺ کی ذات سراپا نور، منبعِ خیر اور سرچشمۂ ہدایت ہے، جن کی سیرت میں انسانیت کی کلی نجات اور کائنات کی حقیقی زیب وزینت پوشیدہ ہے۔ علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے صفات نبی ﷺ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت چند لائنیں اوصاف مصطفی ﷺ بیان کرنے کے بعد فوراً لکھا:

"کما اثبتته الوقائع المختلفة المزعومة تاریخا وسیرة لحیاته صلی الله علیه واله وسلم وبماذا؟ وکیف نفسر حَمْل هذا النبی زوجته علی عاتقه لتنظر الی لعِب السودان، وخَدُّه علی خدها أو أنها وضعت ذَقنها علی یده وصارت تنظر الی لعب السودان یوم عاشوراء"۔[3]

(جیسا کہ مختلف من گھڑت تاریخی اور سیرت کے واقعات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ (معاذ اللہ) نبی ﷺ ایسی صفات کے حامل تھے۔ اور ہم اس کی کیا توجیہ کریں، اور کس طرح سمجھائیں کہ یہ نبی اپنی زوجہ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیتے ہیں تاکہ وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ لے، اور اس حال میں کہ اس کا رخسار آپ ﷺ کے رخسار سے ملا ہوا ہو؟ یا یہ کہ اس نے اپنی ٹھوڑی آپ ﷺ کے ہاتھ پر رکھ دی، اور عاشورا کے دن حبشیوں کے کھیل کو دیکھتی رہیں؟

اس عبارت کا بنیادی نقص یہ ہے کہ علامہ جعفر مرتضی عاملی نے حدیث کے مستند علمی اصولوں کو نظرانداز کرتے ہوئے، روایات کے متنوع ذخیرے میں سے صرف انہی واقعات کو منتخب کیا۔ جو ان کے پیش کردہ تصورِ اخلاق نبوت سے مکمل متصادم نظر آتے ہیں، جب کہ ہر روایت کو امت مسلمہ کے جلیل القدر ائمہ حدیث نے سند و متن کے علمی معیارات پر پرکھا ہے۔ شرعی نصوص میں رسول کریم ﷺ کی معصومیت اور بشریت کا توازن واضح ہے: آپ ﷺ کو وحی و معجزات کے ساتھ سرفراز کیا گیا، لیکن آپ ﷺ کی بشریت بھی مسلّمہ تھی جو امت مسلمہ کے لیے قابل اتباع اُسوہ ہے۔ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھیل دکھانا یا ان کے ساتھ دوڑ لگانا ازدواجی محبت کا پاکیزہ اظہار ہے عیب نہیں، اور وحی الٰہی کی عملی تصدیق قرآن مجید سے رہنمائی لینا ہے۔ باقی تمام روایات جن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے، ان کی سند یا متن کے حوالے سے اہل علم میں محققہ مواقف موجود ہیں، نہ کہ وہ بلا تفریق قابل قبول ہیں۔ لہٰذا ان منتخب روایات کو بنیاد بنا کر پورے ذخیرۂ احادیث پر اعتراض دراصل اس امت کے علمی ورثے کو مجروح کرنا ہے جسے امت مسلمہ کے لاکھوں علماء نے قرونِ اولیٰ سے محفوظ کیا ہوا ہے۔

اس عبارت میں علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے جن روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیثی و سیرتی واقعات کو شان نبوت کے خلاف قرار دیا ان کا مرحلہ وار تجزیہ کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگانے کے واقعہ کو علامہ عاملی نے ایسے پیش کیا، جیسے وہ دوڑ لوگوں کے سامنے لگائی گئی ہو، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔

" عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ:" سَابَقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَقْتُهُ".[4]

(ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئی۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، وہ کم سن تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کی کم سنی کا خیال کرتے ہوئے ان کو دل لگی کے مواقع فراہم کرتے تھے۔

بیوی بچوں سے مناسب مزاح اور ان کا دل خوش کرنے کی کوشش کسی کی بزرگی کے منافی نہیں۔ دراصل یہ سفر کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''تم لوگ آگے نکل جاؤ۔''[5]

بعد میں ام المومنین کے ساتھ دوڑ لگائی۔ اس وقت وہ آگے نکل گئیں۔ کئی سال بعد پھر ایک سفر میں ایسا ہی ہوا تو ام المومنین پیچھے رہ گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ پہلی دوڑ کا بدلہ اتر گیا''۔[6]

اس واقعہ میں یہ بیان ہے کہ گھریلو زندگی میں نبی ﷺ کا انداز انتہائی ملائمت اور الفت بھرا ہوتا تھا۔ نیز پیدل دوڑ کا مسابقہ بھی کیا جاسکتا ہے۔[7]

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کا پردے کی اوٹ سے رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر سر رکھ کر حبشیوں کے کھیل دیکھنے کو، علامہ عاملی نے انتہائی ہتک آمیز انداز میں نشانہ بنا کر سیرت کے اس واقعہ کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور وہ روایت درج ذیل ہے۔

" أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ "۔[8]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں سے) کھیل رہے تھے (ہتھیار چلانے کی مشق کر رہے تھے)۔ رسول کریم ﷺ نے مجھے اپنی چادر میں چھپالیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔)

علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے اس روایت پر انتہائی سخت تنقید کی ہے۔ ان کے مطابق یہ روایت رسول اکرم ﷺ کے جلال، وقار اور مقام نبوت کے منافی ہے، کیوں کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی وہ تصویر پیش کی گئی ہے جو ان کے منصبِ رسالت اور اخلاقِ عظیمہ کے شایانِ شان نہیں۔ علامہ عاملی کے مطابق، ایک ایسا نبی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے برگزیدہ فرمایا اور جس کو قرآن مجید نے خلق عظیم کا پیکر قرار دیا، اس کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اپنی زوجہ کو غیر مردوں کے کھیل تماشے کے نظارے کے لیے اپنے کندھے پر سہارے کھڑا رکھے، درست نہیں۔ اس کے مطابق ایسی روایات دراصل نبی ﷺ کی عظمت کو مجروح کرنے، ان کے کردار کو عام انسانی سطح پر لانے اور رسالت کے بلند تصور کو مسخ کرنے کی کوشش ہیں۔ علامہ سیّد جعفر مرتضی عاملی کے نزدیک ان روایات کو تقدیسِ نص کے نام پر قبول کرنا علمی دیانت کے مکمل خلاف اور تاریخ نبوت کے ساتھ بڑی خیانت ہے، کیوں کہ یہ وہ منقولات ہیں جن کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی طرف یقینی طور پر ثابت نہیں۔

علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے صحیح وثابت احادیث مبارکہ پر محض ظاہری تاثرات کی بنیاد پر اعتراض کیا، حالاں کہ یہ روایاتِ صحاحِ ستہ خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود اور محدثینِ امت کے نزدیک قطعی الثبوت ہیں۔ ان واقعات سے آپ ﷺ کی شان میں کوئی کمی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے کمالِ انسانیت کا اظہار ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے لکھا: اس حدیث پاک میں نبی ﷺ کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے تاکہ مسلمان لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشات کو پورا کریں۔[9]

صحیح بخاری کے مطابق وہ حبشی جنگی آلات کے ساتھ مشقیں کر رہے تھے۔[10]

علامہ کرمانی لکھتے ہیں: جو کام دین متین اور اہلِ دین کے نفع کا باعث ہو، وہ مسجد میں جائز ہے۔ اور نیزوں سے کھیلنا اصل میں جنگی مشق اور لڑائی کی مہارت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جو دشمن کے مقابلے میں تیاری اور قوت حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی میں جائز قسم کے کھیل تماشے کو دیکھنے کی اجازت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان (حبشیوں) کا کھیل دیکھنے کی اجازت اس لیے دی ہو کہ وہ خود ضبط و فہم حاصل کریں۔[11]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا: مسجد میں جنگی مشقیں کرنا یہ صرف کھیل نہیں بلکہ اس سے جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور اس سے دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔[12]

علامہ قسطلانی نے لکھا: یہ کھیل ان کی جنگی مشق اور دشمن کے مقابلے کی تیاری کے لیے تھا، اسی لیے مسجد میں اس عمل کی اجازت دے دی گئی، کیوں کہ یہ دین کے مفاد سے تعلق رکھتا تھا۔ رسول کریم ﷺ مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں۔ مراد یہ ہے کہ میں ان کی ذاتوں کو نہیں بلکہ ان کے کھیل کے انداز اور ہتھیاروں کو دیکھ رہی تھی، کیوں کہ کسی عورت کے لیے اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ یہ واقعہ آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ شاید رسولِ کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے کھیل کا مشاہدہ کرنے کی اجازت اس لیے دی ہو۔[13] تاکہ وہ اسے یاد رکھیں اور بعد میں امت مسلمہ کو اس

کی تعلیم دے سکیں۔اس واقعہ پر یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان غیر محرموں کو کیسے دیکھ لیا حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے بھی پردہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

علامہ ابن ملقن نے لکھا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان حبشیوں کی طرف دیکھنا مانع نہ تھا اس لئے کہ وہ حبشی اس وقت بچے تھے جو مسجد میں جنگی مشقوں میں مصروف تھے۔[14]

رسولِ کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کی اجازت دے دی تھی اور فرمایا وہ نابینا ہے، تم کو نہیں دیکھ سکے گا۔[15]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا: مسجد میں جنگی مشقیں کرنا یہ صرف کھیل نہیں بلکہ اس سے جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔[16]

امام نووی نے لکھا: آلات جنگ کے ساتھ کھیلنا جائز ہے، اسی طرح ہر وہ کھیل جو کسی نیک مقصد میں معاون اور مفید ہو اس کو کھیلنا جائز ہے اور عورتوں کے لئے مردوں کے کھیل کو دیکھنا بھی جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ عورتیں مردوں کے بدن اور چہرہ نہ دیکھیں۔[17]

علامہ سید جعفر مرتضی عاملی کی تنقید روایاتِ صحیحہ کو عقلی معیار سے پرکھنے کی غیر منہجی کوشش ہے۔رسول کریم ﷺ کی بشریت، طہارت، عظمت اور اخلاق سب ایک دوسرے کے متوازن مظاہر ہیں، اور یہ واقعات نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، تواضع، ازواج کے ساتھ حسنِ معاشرت اور انسانی بشریت کے کامل توازن کو ظاہر کرتے ہیں نہ کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کے وقار یا نبوت کے منافی کوئی عمل ہے۔اکابرین نے وضاحت کی کہ نبی ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھیل دکھانا آپ ﷺ کے عائلی تعلقات میں محبت و شفقت کی تعلیم ہے تاکہ امت کو معلوم ہو کہ دین فطرت ہے اور ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک سنتِ نبوی ہے۔آپ ﷺ کا حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھیل دکھانا ان کے ساتھ محبت، برابری اور خوش طبعی کا اظہار تھا، جو کسی طور بھی شانِ نبوت کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تکمیل ہے۔

**رسول کریم ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح اور علامہ عاملی کا موقف**

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی چچازاد بہن تھیں (ان کی والدہ اُمیمہ بنت عبد المطلب، نبی ﷺ کے دادا عبد المطلب کی بیٹی تھیں)۔پہلے نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔زید رضی اللہ عنہ پہلے آپ ﷺ کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) کہلاتے تھے اور انہیں "زید بن محمد" کہا جاتا تھا۔چونکہ حضرت زینب قریش کی شریف خاتون تھیں، اس لیے ابتدا میں اس رشتے پر کچھ تردد ہوا، مگر نبی ﷺ کے فرمان پر رضامندی ظاہر کر دی۔بعد میں حضرت زید اور حضرت زینب کے مزاج میں موافقت نہ رہی، حتیٰ کہ حضرت زید بن حارثہ نے انہیں طلاق دے دی۔اللہ تعالیٰ نے پھر نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے نکاح کر لیں، تاکہ واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا، اور اس کی مطلقہ سے نکاح شرعاً جائز ہے۔یہ نکاح دراصل ایک تشریعی و اصلاحی اقدام تھا، جس نے عرب معاشرے میں خاندانی نظام کی اصلاح اور شریعت کے اصولِ نکاح کو واضح کیا۔اس طرح یہ نکاح شریعتِ اسلامیہ میں اصلاحِ معاشرت اور ابطالِ جاہلیت کا مظہر تھا، نہ کہ کسی ذاتی یا نفسانی رغبت کا نتیجہ۔جبکہ علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے لکھا:

**" انه يهوى زوجة ابنه بالتبنى بعد ان راها في حاله مثيرة الى غيرذلك من المرويّات الكثيرة جدا التى تتحدث عن تفاصيل في حياته الزوجيةِ مما نربأُ نحن بانفسنا عن التفوُّه به وذكره فكيف بمما مدرسته وفعله؟"۔[18]**

(آپ ﷺ نے اپنے متبنّٰی کی بیوی کو اُس وقت پسند کیا جب آپ نے اُسے ایک مُتحرِّک یا پُرکشش حالت میں دیکھا۔اس طرح کی بہت سی روایات منقول ہیں جو آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کی تفصیلات بیان کرتی ہیں، جن کو ہم اپنی زبان سے بیان کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، تو پھر ان کا کرنا (یعنی عمل میں لانا) کیسے درست ہو سکتا ہے؟)

علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی نے اس عبارت میں اہلِ سنت کے منابع سیرت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ان کے بیان کردہ روایات میں رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی سے متعلق ایسے واقعات منقول ہیں جو بظاہر اخلاقی لحاظ سے ناگوار محسوس ہوتے ہیں، اور انہوں نے انہیں نبی ﷺ کی سیرت کے خلاف قرار دے کر اہلِ سنت کی روایت نگاری پر تنقید کی ہے۔ مگر یہ اعتراض علمی معیار پر سراسر کمزور اور غیر منصفانہ ہے، کیوں کہ اہلِ سنت کے محدثین نے روایاتِ سیرت کو بلا تنقید قبول نہیں کیا بلکہ ان کی سند، درایت اور قرآنی اصول کے مطابق چھان بین کی ہے۔ جو روایات رسول کریم ﷺ کی عصمت، طہارت اور مقامِ نبوت کے خلاف ہوں، ان کو ضعیف، منقطع یا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اہلِ سنت کے ذخیرے میں ایسی روایات کا موجود ہونا ان کے قبول پر دلیل نہیں، بلکہ ان کے محفوظ رہنے کی نشانی ہے تاکہ محققین صحیح و سقیم میں امتیاز کر سکیں۔ لہٰذا علامہ عاملی کا اعتراض علمی تحقیق پر نہیں بلکہ صرف انتقادی تعصب پر مبنی ہے، کیوں کہ خود اہلِ سنت کا اصولِ نقدِ روایت ہی یہ ہے کہ ہر وہ روایت جو عصمتِ انبیاء کے منافی ہو، وہ مردود اور ناقابلِ استدلال ہے۔

علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی نے نکاحِ سیدہ زینب والے واقعہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے پہلا حوالہ امام قرطبیؒ مالکی کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کا دیا، جب کہ علامہ قرطبیؒ نے جو پہلے ایک روایت بیان کی کہ رسول کریم ﷺ کی نظر حضرت زینب پر پڑی اس روایت کو قِیۡلَ کے لفظ سے شروع کیا جس سے واضح ہوا کہ یہ ضعیف قول ہے اور فوراً بعد ہی درج ذیل الفاظ سے اس کا ردِ بلیغ بھی کیا:

**"قال علماؤنا رحمة الله عليهم وهذا القول احسن ما قيل في تاويل هذه الاية،وهو الذي عليه اهل التحقيق من المفسرين والعلماءِ الراسخين كالزهرى والقاضى بكربن العلاء القشيرى والقاضى ابي بكربن العربى وغيرهم ،والمراد بقوله تعالى "وتخشى الناس" انما هو ارجاف المنافقين لانه نهى عن تزويج نساء الابناء وتزوج بزوجة ابنه فاما ما روى ان النبي هوى زينب امرة زيد وربما اطلق بعض المجان لفظ عشق فهذا انما يصدرعن جاهل بعصمة النبي عن مثل هذا۔ ".[19]**

(ہمارے علما (اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت فرمائے) نے کہا ہے: اور یہ قول اس آیت کریمہ کی سب سے بہتر اور مضبوط تعبیر ہے، اور یہی رائے اہلِ تحقیق مفسرین اور راسخ علم رکھنے والے علما جیسے امام زہری، قاضی بکر بن علاء القشیری، اور قاضی ابو بکر بن العربی وغیرہ کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَتَخۡشَى ٱلنَّاسَ" (اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو) کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کی طرف اشارہ ہے، جو یہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح سے منع کیا، لیکن خود اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ رہا وہ قول جو بعض لوگوں نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ زینب (زوجۂ زید) کی طرف مائل ہوئے تھے، بلکہ بعض بے ادب لوگوں نے لفظ عشق تک استعمال کیا۔ تو یہ بات صرف نبی ﷺ کی عصمت و پاکیزگی سے ناواقف جاہلوں ہی کی طرف سے صادر ہو سکتی ہے، کیوں کہ رسولِ کریم ﷺ اس قسم کے امر سے بالکل منزہ اور پاک ہیں۔)

ایک اور حوالہ درج ذیل ہے:

علامہ عاملی نے مجمع الزوائد کا حوالہ دیا جب کہ مجمع الزوائد میں جہاں حضرت زینب بنت جحش کا ذکر موجود وہاں بالکل کوئی ایک بھی ایسی روایت یا روایت میں لفظ تک موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت زینب کو بے حجاب دیکھا تو معاذ اللہ ان کی خواہش دل اقدس میں گھر کر گئی ہو۔[20]

علامہ عاملی نے درحقیقت مستشرقین کا ہی اعتراض اٹھا کر نقل کر دیا۔ مستشرقین اور بعض معترضین نے حضرت سیدہ زینب کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح پر یہ اعتراض کیا کہ گویا (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو ان سے دل چسپی ہو گئی تھی یا یہ نکاح محض نفسانی خواہش کا نتیجہ تھا، حالاں کہ یہ اعتراض سراسر باطل، عقل و نقل دونوں کے ہی خلاف اور رسول اللہ ﷺ کی عصمت و طہارت کے منافی ہے۔ قرآنِ مجید نے خود اس نکاح کی حکمت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کی حرمت کا باطل تصور ختم کیا، جیسا کہ ارشاد ہے:

**"فَلَمَّا قَضَىٰ زَيۡدٞ مِّنۡهَا وَطَرٗا زَوَّجۡنَٰكَهَا لِكَيۡ لَا يَكُونَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ حَرَجٞ فِيٓ أَزۡوَٰجِ أَدۡعِيَآئِهِمۡ"[21]**

(پھر جب پوری کرلی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش، تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ (اس عملی سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔)

رسولِ کریم ﷺ کا یہ عمل شخصی نہیں بلکہ تشریعی و اصلاحی تھا، جس کے ذریعے جاہلی رسمِ تبنی (گود لینے کو حقیقی نسب ماننا) کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ اہلِ سیرت و محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اپنی بعثت سے پہلے اور بعد میں کامل عفت و پاکیزگی کے پیکر تھے، آپ ﷺ کی کوئی شادی نفسانی محرکات پر نہیں بلکہ دینی و اجتماعی مصالح پر مبنی تھی۔ پس یہ اعتراضات نہ صرف تاریخی و تفسیری سیاق سے کاٹے ہوئے ہیں بلکہ رسولِ کریم ﷺ کی عصمت پر حملہ ہیں جنھیں قرآن مجید، سنت مبارکہ اور عقلِ سلیم یکسر رد کرتی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کو اس شادی کا حکم دے کر اللہ تعالی نے زمانہ جاہلیت کی ایک نہیں بلکہ کئی ناپسندیدہ رسموں کو توڑا تھا۔ ان رسموں کو توڑنے کے خلاف زبردست سماجی ردعمل کا خطرہ تھا اس کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری پروردگار عالم نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے اہم اور ان کے قریب ترین لوگوں کے کندھوں پر ڈالی تھی اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جو کہ ایک بلند مرتبہ خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون تھیں، ان کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے کر کے آپ نے نسلی تفاخر کا بت پاش پاش کر دیا اور غلاموں کو بھی انسانی عظمتوں سے بہرہ ور کیا۔ نیز یہ نکاح امت کے لئے رحمت بن گیا۔ کیونکہ اس نکاح کے ذریعہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے طلاق کے بعد نکاح کرنے میں مسلمانوں کے رستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی اور زمانہ جاہلیت کی رسم اپنے اختتام کو پہنچی"۔[22]

معترضین پر سوال ہوتے ہیں:

1. کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو پہلی بار دیکھا تھا۔؟
2. کیا رسول اکرم ﷺ کے لئے حضرت زینب بنت جحش کیلئے اجنبی تھیں۔؟
3. اگر رسول کریم ﷺ حضرت زینب سے شادی کے پہلے شادی کے خواہاں ہوتے تو بالکل کوئی رکاوٹ ہی نہ تھی کیوں کہ حضرت زینب کا جب بعد میں رسول کریم ﷺ سے نکاح ہوا تو وہ اسے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتی تھیں۔

درج بالا سوالات اس مفروضے کی تردید کے لیے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں پہلی بار دیکھ کر نکاح کا ارادہ کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نکاح وحیِ الٰہی کے حکم کے تحت ہوا تاکہ جاہلیت کی رسم کو ختم کیا جائے۔

### غزوہ بدر کے قیدیوں بارے وحی الٰہی اور علامہ عاملی کا نکتہ اعتراض

غزوۂ بدر کے بعد جب مشرکینِ مکہ کے ستر آدمی قید کر کے مدینہ منوّرہ لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے، تاکہ یہ بھی اسلام سے متاثر ہوں اور مسلمانوں کو مالی قوت بھی حاصل ہو، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں، اس لیے ان کو قتل کر دینا بہتر ہے۔ آخر کار رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کا فیصلہ فرمایا، البتہ جو قیدی فدیہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، انہیں بچوں کو تعلیمِ کتابت کے بدلے آزاد کیا گیا۔

علامہ سید جعفر مرتضی عاملی نے اعتراض اٹھایا:

"وبماذا وكيف نفسر ايضا ان يرى هذا النبي الراى فتنزل الايات القرانية مفنّدة لرايه ومصوبة لراى غيره فيقعد ليبكى وينوح على ما فرط منه۔"[23]

(اور ہم اس بات کی کیسے اور کس طرح توجیہ کریں گے کہ یہ نبی (ﷺ) کوئی رائے ارشاد کریں، پھر قرآن مجید کی آیات نازل ہوں جو ان کی رائے کی تردید کریں اور کسی دوسرے کی رائے کی تائید کریں، اور پھر وہ بیٹھ کر اس پر روئیں اور شرمندگی ظاہر کریں کہ ان سے کوتاہی ہوگئی ہے؟۔)

علامہ عاملی نے درج بالا اعتراض کرنے کے لئے غزوہ بدر سے متعلق ایک قرآنی آیت و حدیثِ صحیح مسلم کا سہارا تو لیا مگر حقیقی مفہوم سے مکمل طور پر اعراض کیا۔ حقیقت یہ ہے غزوہ بدر کے بعد جب قیدیوں کے بارے مشورہ ہوا تو فدیہ لے کر چھوڑ دینے والی رائے کو ہی ترجیح دی گئی جس پر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ-تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ-وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" ۔[24]

(نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالی چاہتا ہے (تمھارے لیے) آخرت اور اللہ تعالی بڑا غالب (اور) دانا ہے۔)

حدیث صحیح مسلم میں اسی حوالے سے مذکور ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب قیدی گرفتار ہو کر آئے، تو رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سے کہا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ ہماری برادری کے لوگ ہیں اور کنبے والے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ ان سے کچھ مال لے کر چھوڑ دیجیے جس سے مسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی ہو اور شاید اللہ تعالی ان لوگوں کو اسلام کی ہدایت کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ میری رائے وہ نہیں ہے جو ابو بکر کی رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کو قتل کریں۔ عقیل کو حضرت علی کے حوالے کیجئے، وہ ان کی گردن ماریں اور مجھے میرا فلاں عزیز دیجئے کہ میں اس کی گردن ماروں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو سیدنا ابو بکر صدیق کی رائے پسند آئی اور میری رائے پسند نہیں آئی اور جب دوسرا دن ہوا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکر دونوں بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے بھی رونا آئے گا تو روؤں گا ورنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت بناؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ جو تمہارے ساتھیوں کو فدیہ لینے سے میرے سامنے ان کا عذاب لایا گیا اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک (رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک درخت تھا، اس کی طرف اشارہ کیا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ "نبی کو یہ درست نہیں کہ وہ قیدی رکھے جب تک زمین میں کافروں کا زور نہ توڑ دے"۔[25]

علامہ عاملی نے اپنے بیان میں یہ تاثر دیا صحیح مسلم کی یہ روایت عصمت نبوت کے خلاف ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر مال دنیا کی طمع کی وجہ سے عتاب نازل نہیں ہوا بلکہ بعض صحابہ کرام پر عتاب نازل ہوا۔ بعض لوگوں نے یہ کہا فدیہ کو ترجیح دینے کی وجہ سے عتاب ہوا، کیوں کہ نبی ﷺ نے فدیہ لینے کی رائے کو جو ترجیح دی تھی، لیکن یہ تفسیر قطعاً باطل ہے۔ جو بعض نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تھے یہ عتاب ان بعض صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہے، جنہوں نے مال دنیادی کی طمع میں فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ اللہ تعالی نے ان ہی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تعالی تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور قدیم الاسلام اصحاب نے جو فدیہ لینے کی رائے دی تھی وہ بھی کوئی دنیوی مفاد نہ تھا بلکہ نفع آخرت کی وجہ سے دی تھی کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو ان کی آخرت سنور جائے گی اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو افرادی اور مادی قوت حاصل ہوگی۔ اور حدیث میں جس عذاب کا ذکر ہے وہ بھی اگر نازل ہوتا تو ان ہی پر نازل ہوتا۔ حدیث صحیح مسلم کے مطابق رسولِ کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کا رونا بھی ان ہی اصحاب پر نزول عذاب کے خوف کی وجہ سے تھا۔

اور درج بالا تفسیر کی بنیاد قدیم تفاسیر میں واضح ملتی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے لکھا:

"تريدون يقول للمؤمنين من اصحاب رسول الله ﷺ(تريدون) ايها المؤمنون (عرض الدنيا) باسركم المشركين وهو ما عرض للمرء منها من مال ومتاع ،يقول :تريدون باخذكم الفداء من المشركين متاع الدنيا وطُعمها "والله يريد الاخره" يقول :والله يريد لكم زينة الاخرة وما اعد للمؤمنين واهل ولايته في جنّاته بقتلكم اياهم و اثخانكم في الارض"۔[26]

(اللہ تعالی رسول ﷺ کے صحابہ مومنین سے فرمارہاہے تم دنیا کا سامان چاہتے ہو؟ اے ایمان والو تم کفار کو قید کر کے ان سے فدیہ لے کر دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے تم فدیہ لے کر دنیاوی نفع چاہتے ہو، جبکہ اللہ تعالی تمہارے لیے آخرت کی عزت و نعمت چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالی چاہتا ہے کہ تم ان کفار کو قتل کر واور زمین میں قوتِ اسلام کو غالب کر و تاکہ تمہیں جنت میں وہ انعامات ملیں جو ایمان والوں کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔)

علامہ ابن جریر طبری کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آیت میں ذکرِ عتاب بعض صحابہ کرام اجمعین کیلئے تھا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ علامہ طبرسی نے لکھا:

"تريدون عرض الدنيا هذا خطاب لمن دون النبى من المؤمنين"۔[27]

("تم دنیا کا فائدہ چاہتے ہو" یہ خطاب نبی ﷺ کے علاوہ دیگر ایمان والوں سے ہے۔)

علامہ ابو بکر جصاص حنفی نے لکھا: عذاب نازل ہونے کی وعید کا تعلق نہ رسول کریم ﷺ سے ہے اور نہ حضرت ابو بکر صدیق سے۔ کیوں کہ رسول کریم ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔[28]

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا: یہ آیت جنگ بدر کے دن اصحاب نبی کے عتاب کیلئے نازل ہوئی یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس کے علاوہ دوسرے معنی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے۔[29]

علاءالدین علی بن محمد خازن نے لکھا: یہ عتاب صحابہ کرام کیلئے تھا۔[30]

علامہ سید محمود آلوسی نے لکھا: تُرِيدُونَ میں خطاب وعتاب اصحاب رسول کیلئے تھا۔[31]

سید نواب صدیق حسن خان نے لکھا: "تريدون عرض الدنيا "میں خطاب (بعض) صحابہ کرام کیلئے تھا۔[32]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو ملامت کی گئی ہے جنہوں نے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن حقیقت میں یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا روئے سخن ان بعض مسلمانوں کی طرف ہے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی خواہش کی تھی۔ ورنہ حضرت ابو بکر صدیق مال دنیا کی طمع سے بری ہیں ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہو سکتا ہے کہ ان (قیدیوں) میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو۔ سو حضرت ابو بکر نے جو فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا تھا وہ آخرت کی بنا پر ہی تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا تھا۔ لہذا یہ آیت قیدیوں کو رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے۔[33]

قدیم و جدید مفسرین کرام کی تصریحات سے واضح ہوا کہ علامہ سید جعفر مرتضی عاملی کا اعتراض امر واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

### خلاصۂ بحث

درج بالا تفصیلی بحث کا حاصل یہ ہوا کہ سیرتِ طیبہ ﷺ اور احادیثِ بینات کے بارے، علامہ سید جعفر مرتضی عاملی کی جانب سے پیش کردہ تنقیدات اور اٹھائے گئے اعتراضات، علمی اصولِ تحقیق پر پوری نہیں اترتے، کیوں کہ انہوں نے روایات کے مکمل ذخیرہ کو محدثین عظام کے مقرر کردہ اصولِ جرح و تعدیل، سند و متن کی تحقیق، اور قرآنی معیار کے مطابق پرکھنے کی بجائے محض بعض ظاہری اشکالات کی بنیاد پر رد کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ رسولِ کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں بشریت اور عصمت، جلال اور جمال، عبادت اور معاشرت سب کا ایک کامل اور متوازن امتزاج پایا جاتا ہے، اور یہی توازن آپ ﷺ کے اسوہ کو اسوۂ کامل بنا دیتا ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ

عنہن کے ساتھ حسنِ معاشرت، حضرت سیدہ عائشہ کے ساتھ محبت بھرے واقعات، یا حضرتِ سیدہ زینب کے ساتھ نکاح جیسے امور در حقیقت شریعت کی تعلیم، جاہلی رسوم کے خاتمہ، اور انسانی زندگی کے فطری پہلوؤں کی تطہیر و رہنمائی کے لیے تھے، نہ کہ (معاذ اللہ) کسی نفسانی محرک کا نتیجہ۔ اور اسی طرح غزوۂ بدر کے قیدیوں کے معاملے میں نازل ہونے والی آیات کا تعلق رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نہیں، بلکہ بعض صحابہ کرام کی طرف تھا، جیسا کہ مفسرینِ امت نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ لہٰذا چند منتخب یا سیاق و سباق سے ہٹی ہوئی روایات کی بنیاد پر پورے ذخیرۂ حدیث یا سیرتِ نبوی ﷺ پر اعتراض کرنا، نہ صرف علمی دیانت کے خلاف ہے، بلکہ اس عظیم علمی ورثے کی ناقدری بھی ہے، جسے محدثین و مفسرین نے صدیوں کی محنت سے محفوظ اور مدوّن کیا۔ حقیقت یہی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی مبارک سیرت ہر پہلو سے کامل، پاکیزہ اور جملہ انسانیت کے لیے دائمی ہدایت کا سرچشمہ ہے، اور اس میں کسی قسم کا بھی تعارض یا نقص نہیں بلکہ سیرت مبارکہ، کامل حکمت اور الٰہی رہنمائی کا مظہر ہے۔

## حوالہ جات:

---

[1] سورۃ الانبیاء 107:21۔

Surah al-Ambia, 21:107.

[2] سورۃ القلم، 4:68۔

Surah al-Qalam, 68:4.

[3] - الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ، قم: دار الحدیث للطباعۃ والنشر، 1371ھ، 22/1۔

Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam (Qum: Dār al-Ḥadīth li al-Ṭibāʿah wa al-Nashr, 1371 AH), 1/22.

[4] - سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، رقم الحدیث: 1979۔

Ibn Mājah, Sunan Ibn Mājah (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Ḥusn Muʿāsharat al-Nisāʾ, Ḥadīth No. 1979.

[5] - عاصمی قحطانی، عبدالرحمن بن محمد، الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ، 1417ھ، 222/15۔

Al-ʿĀṣimī al-Qaḥṭānī, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad, Al-Durar al-Saniyyah fī al-Ajwibah al-Najdiyyah (Riyadh: Dār al-Waṭan, 1417 AH), 15/222.

[6] - سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، رقم الحدیث: 2578۔

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), Kitāb al-Jihād, Bāb fī al-Sabaq ʿalā al-Rajul, Ḥadīth No. 2578.

[7] - یاسین الخلیفۃ، الطیب المحجوب، اجلاء الحقیقۃ فی سیرۃ عائشۃ الصدیقۃ، الظهران: المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، مؤسسۃ الدرر السنیۃ، 1432ھ، 34۔

Al-Khalīfah, Yāsīn al-Ṭayyib al-Maḥjūb, Ijlāʾ al-Ḥaqīqah fī Sīrat ʿĀʾishah al-Ṣiddīqah (al-Ẓahrān: Muʾassasat al-Durar al-Saniyyah, 1432 AH), 34.

[8] - صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب أصحاب الحراب فی المسجد، رقم الحدیث: 454۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2000), Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Aṣḥāb al-Ḥirāb fī al-Masjid, Ḥadīth No. 454.

[9] - ابن بطال، علی بن خلف ابو الحسن، شرح ابن بطال، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1424ھ، 131/2۔

Ibn Baṭṭāl, ʿAlī ibn Khalaf Abū al-Ḥasan, Sharḥ Ibn Baṭṭāl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1424 AH), 2/131.

[10] - صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب أصحاب الحراب فی المسجد، رقم الحدیث: 455۔

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Aṣḥāb al-Ḥirāb fī al-Masjid, Ḥadīth No. 455.

[11] - کرمانی، محمد بن یوسف شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1356ھ، رقم الحدیث: 444۔

Al-Kirmānī, Muḥammad ibn Yūsuf Shams al-Dīn, Al-Kawākib al-Darārī fī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1356 AH), Ḥadīth No. 444.

12 - عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی، فتح الباری، بیروت: دار المعرفۃ، 1426ھ، 102/2۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī, Fatḥ al-Bārī (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1426 AH), 2/102.

13 - قسطلانی، احمد بن محمد شہاب الدین، ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري، بیروت: دار ابن حزم، 1442ھ، 221/3۔

Al-Qasṭallānī, Aḥmad ibn Muḥammad Shihāb al-Dīn, Irshād al-Sārī li-Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1442 AH), 3/221.

14 - ابن ملقن، عمر بن علی ابو حفص، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، قطر: وزارۃ الاوقاف، 1429ھ، 141/25۔

Ibn al-Mulaqqin, ʿUmar ibn ʿAlī Abū Ḥafṣ, Al-Tawḍīḥ li-Sharḥ al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Qatar: Wizārat al-Awqāf, 1429 AH), 25/141.

15 - صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا، رقم الحدیث: 1480۔

Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000), Kitāb al-Ṭalāq, Bāb al-Muṭallaqah Thalāthan lā Nafaqah Lahā, Ḥadīth No. 1480.

16 - عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی، فتح الباری، بیروت: دار المعرفۃ، 1426ھ، 102/2۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Fatḥ al-Bārī, 2/102.

17 - نووی، یحییٰ بن شرف امام، شرح مسلم، کراچی: نور محمد اصح المطابع، 1375ھ، 292/1۔

Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim (Karachi: Nūr Muḥammad Aṣḥ al-Maṭābiʿ, 1375 AH), 1/292.

18 - الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، 23/1۔

Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam, 1/23.

19 - قرطبیؒ، ابی بکر محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1428ھ، 157/17۔

Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1428 AH), 17/157.

20 - ہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1422ھ، 9/290-293۔

Al-Haythamī, Nūr al-Dīn ʿAlī ibn Abī Bakr, Majmaʿ al-Zawāʾid (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1422 AH), 9/290-293.

21 - سورۃ الاحزاب 33:37۔

Al-Aḥzāb, 33:37.

22 - الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1430ھ، 518/7۔

Al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh, Ḍiyāʾ al-Nabī (Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1430 AH), 7/518.

23 - الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، 24/1۔

Al-Ṣaḥīḥ min Sīrat al-Nabī al-Aʿẓam, 1/24.

24 - سورۃ الانفال 8:67۔

Al-Anfāl, 8:67.

25 - صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، رقم الحدیث: 4588۔

Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Jihād, Bāb al-Imdād bi al-Malāʾikah fī Ghazwat Badr, Ḥadīth No. 4588.

26 - طبری، ابن جریر، جامع البیان في تأویل القرآن، بیروت: مؤسسۃ دار الفکر، 1415ھ، 55/10۔

Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Jāmiʿ al-Bayān fī Taʾwīl al-Qurʾān (Beirut: Muʾassasat Dār al-Fikr, 1415 AH), 10/55.

[27] - طبرسی، امین الاسلام ابی علی الفضل بن الحسن، تفسیر مجمع البیان، تہران: المکتبۃ العلمیہ الاسلامیہ، 2000، 558/4۔
Al-Ṭabrisī, al-Faḍl ibn al-Ḥasan, Tafsīr Majmaʿ al-Bayān (Tehran: al-Maktabah al-ʿIlmiyyah al-Islāmiyyah, 2000), 4/558.

[28] - جصاص حنفی، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، لاہور: سہیل اکیڈمی، 2000، 72/3۔

Al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn ʿAlī, Aḥkām al-Qurʾān (Lahore: Suhail Academy, 2000), 3/72.

[29] - قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، 7/402–403۔

Al-Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 7/402–403.

[30] - خازن، علی بن محمد، لباب التأویل في معاني التنزیل، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1425ھ، 327/2۔
Al-Khāzin, ʿAlī ibn Muḥammad, Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1425 AH), 2/327.

[31] - آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، 230/5۔
Al-Ālūsī, Shihāb al-Dīn Maḥmūd, Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 AH), 5/230.

[32] - قنوجی، صدیق حسن، فتح البیان في مقاصد القرآن، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، 1412ھ، 214/5۔
Al-Qannūjī, Ṣiddīq Ḥasan, Fatḥ al-Bayān fī Maqāṣid al-Qurʾān (Beirut: al-Maktabah al-ʿAṣriyyah, 1412 AH), 5/214.

[33] - سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سٹال، 1420ھ، 694/4۔

Saʿīdī, Ghulām Rasūl, Tibyān al-Qurʾān (Lahore: Farīd Book Stall, 1420 AH), 4/694.